3958

بسم اللہ

بخدمت جناب حضرت مفتی صاحب مد ظلہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

درج ذیل مسئلے میں شرعی رہنمائی درکار ہے:

موضوع: Hatching کے کاروبار میں قابل زکاۃ مال کی تعیین

درج ذیل مسئلے میں شرعی رہنمائی درکار ہے:

ہم لوگ مرغی اور چوزوں کے کاروبار سے منسلک ہیں، ہم Hatching کا کام کرتے ہیں یعنی مطلوبہ تعداد میں چوزے (جن کو Breader کہا جاتا ہے) خرید کر اپنے خرچ پر انہیں پالتے ہیں، جب وہ ۲۳/۲۴ ہفتہ کے ہو جاتے ہیں تو وہ انڈے دینا شروع کر دیتے ہیں، ہم ان حاصل شدہ انڈوں کو (انڈوں سے چوزہ نکالنے والی) خاص مشینوں میں رکھ کر ان کی خوب دیکھ بھال کرتے ہیں، یہ مشینیں انڈوں کو، مرغی کے متبادل کے طور پر ایک خاص پیمانے پر حرارت مہیا کرتی ہیں جس سے انڈے کے اندر چوزہ بننے کا عمل قائم ہوتا ہے، ان مشینوں پر بھی کثیر اخراجات آتے ہیں، اس طرح ۲۱ دنوں میں ان انڈوں سے چوزے حاصل ہو جاتے ہیں، ہم ان میں سے صحت مند چوزے پولٹری فارم والوں کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں، اور ناقابل فروخت چوزے شرعی طریقے سے تلف کر دیے جاتے ہیں۔

چونکہ ہر سال زکاۃ کا حساب کرنا ہوتا ہے، اسی حوالے سے درج ذیل نکات سے متعلق کچھ وضاحت درکار ہے:

ا۔ باب الزکاۃ میں "مالِ تجارت" عموماً اس مال کو کہا جاتا ہے جو آگے فروخت کرنے کی نیت سے اپنی ملکیت میں لیا جائے۔ (ملاحظہ حوالہ نمبر 1 تا 4)

اب Hatchery کے اس کاروبار میں فروخت ہونے والی چیز Broiler Chicks (انڈوں سے نکلنے والے چوزے) ہیں جو کہ ہم خریدتے نہیں ہیں بلکہ یہ Broiler Chicks ہم اپنی پالی ہوئی مرغیوں کے انڈوں سے حاصل کرتے ہیں۔

یعنی مسئلہ یہ ہے کہ:

أ. جو مال فروخت ہوتا ہے (یعنی Broiler Chicks) وہ خریدا نہیں جاتا، نہ کسی عقدِ معاوضہ کے نتیجے میں ہماری ملکیت میں آتا ہے حتی کہ اس کی براہِ راست اصل یعنی انڈے بھی نہیں خریدے جاتے۔

ب. جو مال خریدا جاتا ہے یعنی مرغیاں، ان کو فروخت کی نیت سے نہیں خریدا جاتا بلکہ ان کو تو چوزوں کی شکل میں خرید کر ان کو اپنی غذا دی جاتی ہے اور مرغی بننے کے بعد ان سے انڈے حاصل کیے جاتے ہیں، پھر ان انڈوں کو بھی فروخت نہیں کیا جاتا بلکہ ان پر معقول اخراجات کر کے مشینوں میں رکھا جاتا ہے، (ایک انڈے پر تقریباً ۳۰ تا ۳۵ روپے کے اخراجات بتفاوتِ حالات آتے ہیں) حتی کہ ان سے چوزے حاصل ہوتے ہیں۔
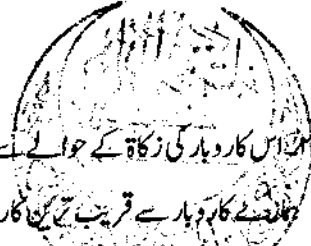
ہم اس کاروبار کی زکاۃ کے حوالے سے اکابر کے فتاویٰ میں کوئی فتویٰ ہماری نظر سے نہیں گزرا، البتہ دیگر کاروبار کی نسبت سے ہمارے کاروبار سے قریب ترین کاروبار پولٹری فارم، ڈیری فارم وغیرہ سے متعلق جو آراء اور فتاویٰ ہمارے سامنے آئے، وہ ذیل میں مذکور ہیں، تاہم یہ بات ملحوظ رہے کہ پولٹری فارم اور ڈیری فارم کے کاروبار قریب ترین ہونے کے باوجود ان میں اور ہمارے Hatchery کے کاروبار میں کافی فرق ہے (جیسا کہ آگے صفحہ نمبر 4 پر آنے والے نقشے میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے)

اس سلسلے میں چار آراء ہمارے سامنے آئی ہیں:

سامنے آنے والی آراء

1. پہلی رائے: اس میں کوئی زکاۃ نہیں:

یہ رائے درج ذیل اداروں کی ہے:

(الف) دارالافتاء مصریہ:

خلاصہ: زکاۃ کے معاملہ میں معیار عقل نہیں ہے بلکہ نصوص ہیں، لہذا جن اشیاء کے بارے میں نص وارد ہوئی ہے ان میں زکاۃ ہوگی اور جن کے بارے میں کوئی نص نہیں ہے تو وہاں اصل عدم زکاۃ ہے چنانچہ پولٹری یا Hatchery کے کاروبار میں جو اشیاء خریدی جاتی ہیں ان پر یا ان کے نماء میں زکاۃ نہیں ہوگی بلکہ صرف وہ نقدی جو اس کو فروخت کرنے کے نتیجے میں جمع ہو وہ قابل زکاۃ ہوگی۔ (ملاحظہ حوالہ نمبر 5تا6)

(ب) مرکز الفتویٰ (التابع لإدارة الدعوة والإرشاد الديني بوزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية بدولة قطر)

خلاصہ: پولٹری اور انڈوں میں زکاۃ واجب نہیں، البتہ اس کاروبار میں حاصل ہونے والی آمدنی پر زکاۃ واجب ہوگی۔ (ملاحظہ حوالہ نمبر 7)

2. دوسری رائے: اگر بیع کے لیے ہوں تو زکاۃ ہوگی:

یہ رائے درج ذیل حضرات کی ہے:

(الف) مکتبہ الفتاوی: فتاوی نور علی الدرب (محمد بن صالح العثیمین)

خلاصہ:

- پولٹری فارم کی مرغیاں اگر مسلسل مالِ تجارت بنی ہوئی ہوں یعنی بار بار ان کی تبدیلی بیع وشراء کے نتیجے میں ہو رہی ہو تو ان کی "قیمت" پر زکاۃ آئے گی کیونکہ یہ مالِ تجارت ہیں۔ لیکن اگر ان سے استیلاد وتنمیہ مقصود ہو اور ان کو سال کے اکثر حصے میں اسی فارم سے خوراک دی جاتی ہو (یعنی قدرتی مفت غذا پر نہیں پلتیں) تو ان پر زکاۃ واجب نہیں کیونکہ وہ سائمہ نہیں (ملاحظہ حوالہ نمبر 8)

(ب) طریق لاسلام:

خلاصہ: جو بیع کیلئے ہوں ان پر زکاۃ ہوگی۔ (ملاحظہ حوالہ نمبر 9)

(ج) د. صلاح الصاوی

خلاصہ: فی ذاتہ مرغیوں میں زکاۃ نہیں البتہ اگر تجارت کیلئے ہوں تو سامانِ تجارت والی زکاۃ ہوگی۔
(ملاحظہ حوالہ نمبر 10)

3. تیسری رائے: احتیاطاً نماء قابلِ زکاۃ:

اس بارے میں ایک فتویٰ منسلک ہے (**نمبر ۵۱/۱۴۴۴**) جس میں ڈیری فارم اور پولٹری فارم کے کاروبار میں اصل بھینسوں اور مرغیوں کو تو قابلِ زکاۃ شمار نہیں فرمایا البتہ اس فتویٰ میں حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے کلام میں کوئی صراحت نہ ملنے کا ذکر کرنے کے بعد "احتیاطاً" ان کے نماء پر زکاۃ کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے۔ (ملاحظہ ہو فوٹو کاپی، حوالہ نمبر 12)

4. چوتھی رائے: خود مویشی ہی اموالِ تجارت شمار ہوں گے

"اسلامی معاشیات۔ بنیادی خاکہ۔ ~~[illegible]~~ (مرتب: حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ) میں اموالِ سائمہ کی زکاۃ کا بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

"یہی مویشی اگر افزائش نسل کے بجائے ان کی یا ان کے منافع، دودھ، اون وغیرہ کی تجارت کی غرض سے پالے ہوں تو۔ اموالِ تجارت میں محسوب ہوں گے" (صفحہ نمبر ۵۵، ملاحظہ ہو فوٹو کاپی: حوالہ نمبر 13)

اس میں حضرت نے براہِ راست ان مویشیوں کو ہی مالِ تجارت شمار کیا ہے جو کہ بالکل الگ نقطۂ نظر ہے۔

5. پانچویں رائے: نماء پر عشر واجب ہے

"فقہ الزکاۃ" میں علامہ یوسف القرضاوی نے بعض شیعہ فقہاء سے یہ مسئلہ منقول فرمایا کہ ایسے کاروبار میں نماء پر عشر واجب ہوگا۔

خلاصہ: اس مسئلہ کو ان حضرات نے زکاۃ العسل پر قیاس کیا ہے۔ اور فقہ کی دیگر جزئیات سے یہ قاعدہ استنباط کیا ہے کہ جس شے کی اصل پر زکاۃ واجب نہیں ہوتی تو اس شے کے نماء اور نتاج پر زکاۃ واجب ہوتی ہے جیسا کہ الزرع بالنسبة للأرض، والعسل بالنسبة للنحل، والألبان بالنسبة للأنعام، والبيض بالنسبة للدجاج، والحرير بالنسبة للدود. (ملاحظہ حوالہ نمبر 11)

یہ تمام مختلف آراء اس مسئلے میں ہیں کہ جب جانور خرید کر پالنے کے بعد خود اس کو یا اس کے نماء کو فروخت کرنے کی نیت ہو، لیکن ہمارے مسئلے میں ایک اور بڑا فرق یہ ہے کہ ہم تو براہِ راست اپنے خریدے ہوئے جانور کا نماء بھی نہیں بیچتے بلکہ پہلے ہم چوزے (Breader) خریدتے ہیں، جن سے ہمارا مقصود صرف انڈے حاصل کرنا ہوتا ہے۔ پھر ۲۳/۲۴ ہفتوں تک ان کو اپنی غذا دینے کے بعد ان سے انڈے حاصل ہوتے ہیں، پھر ان انڈوں کو ایک خاص مدت تک مشینوں میں رکھ کر ان سے چوزے (Broiler Chicks) حاصل کیے جاتے ہیں، اور پھر ان میں سے صحت مند چوزے (Broiler Chicks) ہم فروخت کرتے ہیں۔

اس فرق کی مزید وضاحت کیلئے درج ذیل نقشہ ملاحظہ فرمائیں:

ڈیری فارم: بھینس ⟸ دودھ (فروخت کیا جانے والا مال)

پولٹری فارم: چوزے ⟸ مرغی ⟸ انڈے (فروخت کیا جانے والا مال)

Hatchery: چوزے ⟸ مرغی ⟸ انڈے ⟸ چوزے (فروخت کیا جانے والا مال)
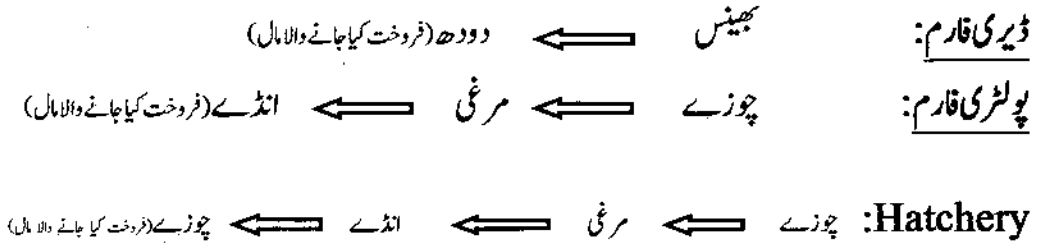
مندرجہ بالا صورتحال، اختلافِ آراء اور مذکورہ دلائل کی روشنی میں درج ذیل سوالات کے جوابات درکار ہیں:

سوالات:

1. ہمارے اس کاروبار میں زکاۃ کے کیا احکام ہوں گے؟ کیا ان میں سے کوئی مال قابلِ زکاۃ شمار کیا جائے گا یا نہیں؟
2. اس میں مالِ تجارت کس مال کو سمجھا جائے گا؟ Breader کو، یا ان کے انڈوں کو، یا ان انڈوں سے حاصل ہونے والے صحت مند قابلِ فروخت چوزوں کو، یا تمام چوزوں کو؟

3. اگر زکاۃ کی تاریخ کو صرف وہ چوزے یا مرغیاں موجود ہوں جنہیں ہم نے خریدا تھا (یعنیBreader) تو کیا حکم ہوگا؟
4. اگر مرغیوں کے دیے ہوئے انڈے بھی موجود ہوں تو مرغیوں اور انڈوں دونوں کا الگ الگ کیا حکم ہوگا؟
5. اگر مرغیوں کے ساتھ کچھ انڈے اور کچھ چوزے یا صرف چوزے موجود ہوں تو کیا حکم ہوگا؟

براہِ کرم مفصل جواب دیکر ممنون فرمائیں

والسلام
مستفتی
اظفر اقبال رشید
مشیر شرعی امور
میگا پولٹری کمپنی۔ کراچی

دار الافتاء

جواب منسلک ہے

حوالہ جات

(1)فتح القدير لكمال بن الهمام (3/ 495)

الحاصل أن نية التجارة فيما يشتريه تصح بالإجماع وفيما يرثه لا تصح بالإجماع لأنه لا صنع له فيه أصلا

(2)فتح القدير لكمال بن الهمام (4/ 98)

(قوله وتشترط نية التجارة) لأنها لم تكن للتجارة خلقة فلا يصير لها إلا بقصدها فيه، وذلك هو نية التجارة، فلو اشترى عبدا مثلا للخدمة ناويا بيعه إن وجد ربحا لا زكاة فيه... واعلم أن نية التجارة في الأصل تعتبر ثابتة في بدله وإن لم يتحقق شخصها فيه،

(3)الفتاوى الهندية (1/ 174)

ونية التجارة والإسامة لا تعتبر ما لم تتصل بفعل التجارة أو الإسامة ثم نية التجارة قد تكون صريحا وقد تكون دلالة فالصريح أن ينوي عند عقد التجارة أن يكون المملوك للتجارة سواء كان ذلك العقد شراء أو إجارة وسواء كان ذلك الثمن من النقود أو العروض وأما الدلالة فهي أن يشتري عينا من الأعيان بعروض التجارة أو يؤاجر داره التي للتجارة بعرض من العروض فتصير للتجارة وإن لم ينو التجارة صريحا

(4)حاشية الطحاوي على مراقي الفلاح (ص: 471)

إنما يزكي بنية التجارة عند العقد فلو نوى التجارة بعد العقد أو اشترى شيئا للقنية ناويا أنه إن وجد ربحا باعه لا زكاة عليه اهـ ملخصا

(5)فتوی کا خلاصہ: (انگریزی)

The Ruling

There is no zakat on raising poultry for meat or selling their produce, whether eggs or chicks. Zakat is only payable on the net cash profits generated from this business activity or any other if it reaches nisab [En. the minimum amount upon which zakat is due] and after one lunar year passes.

ویب سائٹ کا ایڈریس ملاحظہ فرمائیں:

http://www.dar-alifta.org/foriegn/ViewFatwa.aspx?ID=1282

(6)اس فتوی کی عربی کاپی درج ذیل ملاحظہ فرمائیں:

اطلعنا على الطلب المقيد برقم 209 لسنة 2009م المتضمن: ما حكم الزكاة الشرعية في نشاط صناعة الدواجن المبين على النحو التالي:

هناك خطان رئيسان للإنتاج في هذه الصناعة، هما: دجاج اللحم (للتسمين والأكل)، ودجاج إنتاج البيض، وكلا الخطين له عدة مراحل:

فأما بالنسبة للجدود والأمهات:

فيكون عمر الدجاجة تقريبًا خمسة وستين أسبوعًا تقسم على النحو الآتي:

1- منها ثلاثة وعشرون أسبوعًا للتربية، وفيها يتم تربية الدجاجة من عمر يوم وحتى تصل إلى عمر النضوج الجنسي عند الأسبوع الثالث والعشرين.

2- واثنان وأربعون أسبوعًا للإنتاج، وفيه يقوم الذكور -الديوك- بإخصاب الإناث، ويتم إنتاج البيض المخصب على مدار هذه الأسابيع بنسب إنتاج متفاوتة تختلف حسب عمر القطيع حيث إنه كلما زاد العمر قل الإنتاج نسبيًّا.

ملحوظة: البيض الناتج من هذه الأنواع يستخدم أساسًا في إنتاج الدجاج للمرحلة التي تلي المرحلة المنتجة ويتم إرساله إلى معمل التفريخ لإنتاج كتكوت الأمهات.

بالنسبة للمصاريف يمكن تقسيمها طبقًا لهاتين المرحلتين إلى:

1- مصاريف فترة التربية (23 أسبوعًا).

- الثروة الداجنة (الكتاكيت التي تم شراؤها).
- الأدوية.
- الأعلاف.
- صيانة.
- التحصينات.
- المطهرات.
- وقود وزيوت (مصاريف التدفئة).
- مصاريف تشغيل (كهرباء).
- تحاليل دورية لمتابعة الحالة الصحية للقطيع.

- نشارة خشب (يتم فرشها في أرضية المزرعة قبل دخول الدواجن).
- مصاريف إدارية (تليفونات - مستلزمات نظافة للأفراد - ...).
- إهلاك (وهي قسط الإهلاك للمعدات والمباني ويتم تقسيمه على حصة سنوية ثم شهرية طبقًا للعمر الافتراضي لكل معدة أو منشأة).
- الأجور والحوافز.
- مصاريف تشغيل.

2- مصاريف فترة الإنتاج:

(نفس بنود مصاريف التربية باستثناء الثروة الداجنة)، ويضاف على هذه البنود إهلاك مصاريف التربية (حيث يتم توزيع مصاريف التربية على أسابيع الإنتاج).

• المنتج النهائي هنا هو البيض الصالح للتفريخ. وتكون تكلفته هي تكلفة الإنتاج مضافًا لها قسط الإهلاك من مصاريف التربية.

معمل التفريخ

- يتم إرسال البيض للمعمل ليتم تفريخه ويدخل ماكينات التفريخ ويظل بالماكينات لمدة واحد وعشرين يومًا تحت درجة حرارة ودرجة رطوبة محددة حتى يتم إنتاج كتكوت بعد هذه الفترة، وهو المنتج الذي يتم بيعه.

- ليس كل البيض المرسل للمعمل يُنتج، ولكن المنتج النهائي -وهو الكتكوت- قد يمثل أربعين بالمائة من عدد البيض الداخل للماكينات كما في الجدود وأمهات البياض، وقد يصل إلى ما بين ثمانين بالمائة وخمسة وثمانين بالمائة في أمهات التسمين، وهذه النسبة تسمى نسبة الفقس.

يوجد مصاريف بالمعمل تعرف بمصاريف التفريخ، وهي كالآتي:

- مصاريف المعمل (كهرباء، مطهرات).
- أجور عمال المعمل.
- مصاريف التسويق (سيارات توصيل الكتاكيت إلى العملاء، مرتبات الأطباء البيطريين لمتابعة الدجاج لدى العملاء).

دجاج إنتاج بيض المائدة (بيض الأكل):

يتم معاملته في المصاريف مثل دجاج الجدود والأمهات، ولكنه في النهاية بدلًا من أن يتم إرسال البيض لمعمل التفريخ يتم إرساله للجمهور للاستهلاك.

دجاج التسمين:

ويكون عمر هذا الدجاج تقريبًا خمسة وأربعين يومًا، ينمو خلالها من كتكوت عمر يوم إلى دجاجة وزنها ما بين كيلوجرام وثمانمائة جرام إلى

كيلوجرامين، وهو ناتج من فقس بيض أمهات دجاج اللحم (التسمين)، ومصاريفه كالآتي:

- الثروة الداجنة (قيمة الكتاكيت التي تم شراؤها).
- الأعلاف.
- مصاريف تشغيل (كهرباء).
- التحصينات.
- الأدوية.
- المطهرات.
- وقود وزيوت (مصاريف التدفئة).
- خدمات بيطرية (تحاليل، إشراف فني).
- إيجار أو إهلاك (الإيجار عندما تكون المزرعة غير مملوكة، والإهلاك عندما تكون مملوكة).
- أجور وحوافز.

الجواب: أمانة الفتوى

الزكاة شعيرة فيها معنى التكافل وتطهير المال، ولكنها قبل ذلك عبادة قائمة على الاتباع؛ فتجب في أموال مخصوصة، بشروط مخصوصة، بنسب مخصوصة؛ لتنفق في مصارفها المخصوصة، وقد بيّن الشرعُ الشريف ذلك كلَّه بيانًا واضحًا. ومن الأموال الزكوية عروض التجارة، فإذا كان النشاط تجاريًّا وجبت فيه الزكاة، أما إذا كان صناعيًّا أو إنتاجيًّا أو خدميًّا فلا زكاة فيه.

فالأنشطة إما أن تكون على سبيل التجارة أو من قبيل المستغَلات، والفرق بينهما: أن التجارة هي أن تشتري لتبيع لتربح، من غير أن يتخلل ذلك عنصر الصناعة أو الإنتاج أو الاستغلال، فإذا تحققت هذه الشروط الثلاثة: الشراء، بقصد البيع، لغرض الربح، كان النشاط تجاريًّا، وما كان على سبيل التجارة فزكاته زكاة عروض التجارة التي تُحسَب بضم رأس المال إلى الأرباح عند تمام الحول القمري بعد خصم الأصول الثابتة (الجَدَك) والخصوم المتداولة (الديون)، ويُخرَج من الناتج ربعُ العشر.

أما المُستغَلات فهي الأموال التي لم تُتَّخذ للتجارة في أعيانها ولكنها تُتَّخذ للنماء؛ فتُغِلُّ لأصحابها كسبًا بتأجير أعيانها، كالشقق والسيارات، أو ببيع ما يحصل من إنتاجها، كالمصانع وشركات التعمير التي تشتري الأراضي وتعمرها لتبيعها وحدات سكنية، وكبهيمة الأنعام التي تُتَّخذ لبيع لبنها وصوفها وتسمينها وبيع نتاجها، وكالدواجن التي تُربَّى لإنتاج البيض وتُسمَّن للأكل. والذي عليه الفتوى أنه لا زكاة فيها، وإن كان بعض الفقهاء المعاصرين -ممن يميلون إلى توسيع نطاق الأموال التي تجب فيها الزكاة- يرون الزكاة فيها. إلا إننا نرجح الوقوف عند مورد النص في ذلك؛ تغليبًا لمعنى الاتباع في الزكاة؛ ولأن الأصل براءة الذمة مما لم يرد النص بإيجاب الزكاة فيه؛ ولأن في عدم وجوب الزكاة على الصناعة والإنتاج ملحظًا شرعيًّا مهمًّا في تحفيز الصناعة وتشجيعها وجذب الناس إليها. وحاجة الفقير والمسكين وأمثالهما ليست غائبة عن نظر المجتهد الذي يرى عدم الزكاة في مثل هذا النشاط؛ لأن نمو هذا النشاط والتوسع فيه يؤدي إلى زيادة فُرَص العمل والتوسع في تدوير المال الذي يؤدي بدوره إلى إنعاش المجتمع بطبقاته المختلفة، ومنهم الفقراء والمساكين وأضرابهم، فيكون في ذلك رعايةٌ لهم بطريق غير مباشر.

وعلى ذلك فإن هذا النشاط في تربية الدواجن لتسمينها وبيع ما ينتج من بيضها أو بيع الكتاكيت منه بعد فقسه -على الوجه المذكور- لا زكاة فيه، وإنما الزكاة في المال السائل المتجمع منه ومن غيره إذا بلغ نصابًا وحال عليه الحول القمري. والله سبحانه وتعالى أعلم.

ویب سائٹ کا ایڈریس ملاحظہ فرمائیں:

http://dar-alifta.org/ViewFatwa.aspx?ID=1282

(7) مـــرکزالفتویٰ (اســلام ویــب)

السؤال كيف يزكي من له مزرعة لتربية الدواجن المنتجة للبيض . فهل يزكي البيض أم ثمنه بعد بيعه؟ وهل يشترط الحول أم يزكي كلما باع؟

الإجابــة الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه أما بعد:

فليس في الدواجن والبيض زكاة إلا إذا بيع شيء من ذلك، فالزكاة واجبة في ثمنه إذا بلغ نصاباً وحال عليه الحول.

وقدر الزكاة الواجب ربع العشر أي 2.5 بالمائة. والله أعلم. رقم الفتوى: 2628- الخميس 22 محرم 1421 - 27-4-2000

ویب سـائٹ کاایڈریس ملاحظــہ فرمائیں:

http://fatwa.islamweb.net/fatwa/index.php?page=showfatwa&Option=FatwaId&Id=2628

(8) مكتبة الفتاوى : فتاوى نور على الدرب (محمد بن صالح العثيمين)

السؤال: بارك الله فيكم السؤال الثاني يقول كيف تكون زكاة مزرعة الدواجن أفيدونا وفقكم الله؟

الجواب – الشيخ: مزرعة الدواجن ليس فيها زكاة إلا إذا كانت ذات ثمار تجب فيها الزكاة فإذا قدرنا أن هذا الرجل عنده مزرعة وفيها برسيم وعلف يعلف به الدواجن فلا شيء عليه فيها أما إذا كانت المزرعة تغل حبوباً وثماراً ففيها الزكاة في حبوبها وثمارها وهي نصف العشر إن كانت تسقى بمئونة والعشر كاملاً إن كانت تسقى بلا مئونة أما بالنسبة للدواجن فالدواجن يكون اتخاذها على وجهين الوجه الأول أن يكون اتخاذها تجارة يبيع ويشتري فيها يبيع هذا الداجن اليوم ويشتري بدله كتاجر فيها ففيها الزكاة في قيمتها تقدر كل سنة بما تساوي حين وجوب الزكاة ويخرج من قيمتها ربع العشر أما إذا كانت الدواجن للتنمية والاستيلاد وكانت تعلف من هذه المزرعة الحول أو أكثر الحول فإنه لا زكاة فيها لأن الزكاة إنما تكون في السائمة وهي التي ترعى ما أنبته الله عز وجل الحول أو أكثر الحول.

ویب سـائٹ کاایڈریس ملاحظــہ فرمائیں:

http://www.ibnothaimeen.com/all/noor/article_2289.shtml

(9) طـــریق الاســلام:

السؤال :رجل عنده مشروع مزرعة دواجن فهل في هذا المشروع زكاة؟

الإجابة : كل ما كان معدًّا للبيع من هذا المشروع فإن فيه الزكاة، أما الآلات والأدوات الباقية التي تُستعمل للإنتاج فليس فيها زكاة؛ لأنها ليست عروض تجارة، إذ أنها معدة للاستعمال، وقد قال النبي عليه الصلاة والسلام ''ليس على المؤمن في عبده ولا فرسه صدقة'' رواه البخاري في صحيحه.

ویب سـائٹ کاایڈریس ملاحظــہ فرمائیں:

http://ar.islamway.net/fatwa/12927

(10)د. صلاح الصاوی

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه ومن والاه، أما بعد: فليس في الدواجن في ذاتها زكاة، ولكن إن اتخذت للتجارة فتزكى زكاة عروض التجارة، إذا بلغت قيمتها نصابا، وحال عليها الحول، ومقدار النصاب ما يساوي 85 جراما من الذهب، أو 595 جراما من الفضة، أيهما أقل، ومقدار الزكاة الواجبة ربع العشر، والله تعالى أعلى وأعلم

ویب سائٹ کا ایڈریس ملاحظہ فرمائیں:

http://el-wasat.com/assawy/?p=4883

(11)فقه الزكاة- يوسف القرضاوي(1/ 375)

وهذا يعني قياس ألبان البقر ونحوها من المنتجات الحيوانية على عسل النحل، فإن كلاً منها خارج من حيوان لم تجب الزكاة في أصله. ولهذا أرى أن نعامل المنتجات الحيوانية كالألبان وملحقاتها معاملة العسل، فيؤخذ العشر من صافي إيرادها (وهذا في الحيوانات غير السائمة التي تتخذ للألبان خاصة، ما لم تعتبر الحيوانات نفسها ثروة تجارية).

والقاعدة التي نخرج بها هنا: أن ما لم تجب الزكاة في أصله، تجب في نمائه وإنتاجه، كالزرع بالنسبة للأرض، والعسل بالنسبة للنحل، والألبان بالنسبة للأنعام، والبيض بالنسبة للدجاج، والحرير بالنسبة للدود، وهذا ما ذهب إليه الإمام يحيى من فقهاء الشيعة، فأوجب الزكاة في القز كالعسل، لتولدهما من الشجر، لا في دوده كالنحل، إلا إذا كان للتجارة (البحر الزخار: 173/2).

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام درج ذیل مسائل کے بارے میں کہ:

(۱)۔۔۔ایک شخص نے ڈیری فارم بنایا ہوا ہے جس میں اس نے جانور اس نیت سے پال رکھے ہیں کہ ان سے حاصل ہونے والے دودھ کی تجارت کرے گا، جو دودھ ان جانوروں سے حاصل ہوتا ہے اس کی تجارت ہوتی ہے، پوچھنا یہ ہے کہ زکوۃ نکالنے کی تاریخ کو جتنا دودھ اسٹاک میں رکھا ہوا ہو اور اب تک فروخت نہ ہوا ہو، کیا اس کی بھی زکوۃ ادا کرنی ہوگی؟ جامعہ دار العلوم کراچی کے فتوی نمبر ۲۸/۱۴۴۳ میں لکھا ہے کہ اسٹاک دودھ کی بھی زکوۃ دینی چاہیے۔ براہ کرم اس کی تفصیل بیان فرمائیں۔

(۲)۔۔۔اسی طرح زید کا ایک پولٹری فارم ہے جس میں وہ چوزے خرید کر اس غرض سے ان کی پرورش کرتا ہے کہ ان سے حاصل ہونے والے انڈے فروخت کرے گا، زکوۃ کا سال مکمل ہونے پر جتنے انڈے فروخت کیے جا چکے ہوتے ہیں ان کی قیمت کے حساب سے تو ان کی زکوۃ ادا کردی جاتی ہے، لیکن پوچھنا یہ ہے کہ زکوۃ نکالنے کی تاریخ کو جتنے انڈے موجود ہوں اور اب تک فروخت نہ ہوئے ہوں، کیا ان کی بھی زکوۃ ادا کرنی ضروری ہوگی؟

(۳)۔۔۔[illegible] سے پالی جاتی ہیں کہ ان کے بچوں کو فروخت کیا جائے گا، تو سوال یہ ہے کہ زکوۃ نکالنے کی تاریخ کو جتنے بچے موجود ہوں اور فروخت نہ کیے گئے ہوں کیا ان بچوں پر بھی زکوۃ ہوگی؟

بینوا بالبرہان توجروا عند الرحمان

المستفتی:
افنان احمد
0322 2054256

(جواب منسلکہ اوراق پر ملاحظہ فرمائیں)

0211

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حامداً ومصلّیاً

(۲،۱)۔۔۔مذکورہ سوال اور منسلکہ تحریروں میں ذکر کردہ صورت کے متعلق کوئی واضح حکم کتبِ فقہ میں نہیں ملا، البتہ حضرات فقہاءِ کرام رحمہم اللہ نے مالِ تجارت کی یہ تعریف فرمائی ہے کہ "وہ مال جو عقدِ معاوضہ کے ذریعے ملکیت میں آئے اور اسی عقدِ معاوضہ کے وقت اس کو آگے فروخت کرنے کی نیت ہو" (جیسا کہ سابقہ فتویٰ میں بھی مذکور ہے)۔

مذکورہ کاروبار میں اگرچہ کسی مال پر درج بالا تعریف صادق نہیں آرہی، کیونکہ اس میں کوئی بھی مال بیچنے کی نیت سے نہیں خریدا جاتا، البتہ چونکہ اس مال کو بیچنے کے لیے تیار کیا جاتا ہے اور حضرت سمرہ بن جندبؓ سے ابوداؤد شریف میں مروی ہے کہ:

"فإن رسول الله – صلى الله عليه وسلم- كان يأمرنا أن نخرج الصدقة من الذى نُعِدّ للبيع"

یعنی رسول اللہ ﷺ ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اس مال کا صدقہ (زکوٰۃ) ادا کیا کریں جس کو ہم بیچنے کے لیے تیار کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح میں علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے علماءِ کرام رحمہم اللہ نے استدلال کیا ہے کہ جو مال تجارت کے لیے تیار کیا جاتا ہو جب اس کی قیمت نصاب کو پہنچ جائے تو اس کی زکوٰۃ نکالنا واجب ہے۔ چنانچہ عبارت ملاحظہ فرمائیں:

قوله: "من الذي نعد للبيع " من الإعداد، وهو: التهيئة يقال: أعده لأمر كذا: هيأه له، وبالحديث استدل العلماء أن المال الذي يعد للتجارة إذا بلغت قيمته نصابا تجب فيه الزكاة من أي صنف كان (شرح أبي داود للعيني 219/6)

مندرجہ بالا عبارات سے معلوم ہوتا ہے سوال میں ذکر کردہ کاروبار میں بھی احتیاطاً زکوٰۃ واجب ہونی چاہیے کیونکہ اس کو بھی اگرچہ آگے فروخت کرنے کی نیت سے خریدا نہیں جاتا لیکن تجارت کی نیت سے تیار کیا جاتا ہے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ مذکورہ کاروبار میں کون سامال قابلِ زکوٰۃ شمار ہوگا تو اولاً خریدے جانے والے چوزوں پر زکوٰۃ واجب نہیں کی جاسکتی، کیونکہ اولاً خریدے جانے والے چوزوں کو نہ تجارت کی نیت سے خریدا جاتا ہے اور نہ ہی انہیں فروخت کرنے کے لئے تیار کیا جاتا ہے، اس لئے ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ یہی حکم

ان سے حاصل ہونے والے انڈوں کا بھی ہو گا،البتہ ان انڈوں سے نکلنے والے چوزے قابلِ زکوٰۃ شمار ہوں گے، کیونکہ ان (آخری) چوزوں کو اگرچہ تجارت کی نیت سے خریدا نہیں جاتا لیکن ان کو تجارت کے لئے تیار کیا جاتا ہے اور کاروبار کے آغاز میں بھی انہیں (آخری) چوزوں کو بیچنے کی نیت کی جاتی ہے، اور اسی نیت سے انہیں پالا جاتا ہے، اس لئے احتیاطاً ان چوزوں کی زکوۃ ادا کرنی چاہیے۔ جیسا کہ علامہ یوسف قرضاوی مد ظلہم کی کتاب "فقہ الزکوٰۃ" اور منسلکہ فتوی میں مرغیوں کے انڈوں، مچھلیوں کے بچوں اور بھینسوں کے دودھ میں احتیاطاً زکوٰۃ کے وجوب کا حکم لگایا گیا ہے۔

(۳)۔۔۔ان چوزوں اور مرغیوں پر زکوٰۃ نہیں کیونکہ ان کو فروخت کرنے کے لئے تیار نہیں کیا گیا۔

(۴)۔۔۔انڈوں پر بھی زکوٰۃ نہیں، کیونکہ ان کی خرید و فروخت بھی نہیں کی جاتی۔

(۵)۔۔۔صرف ان چوزوں پر احتیاطاً زکوٰۃ واجب ہے جو انڈوں سے حاصل ہوئے ہیں اور ان کو بیچنے کی نیت سے تیار کیا جاتا ہے۔

سنن أبی داود–ن – (2 / 3)

حدثنا محمد بن داود بن سفيان حدثنا يحيى بن حسان حدثنا سليمان بن موسى أبو داود حدثنا جعفر بن سعد بن سمرة بن جندب حدثنى خبيب بن سليمان عن أبيه سليمان عن سمرة بن جندب قال أما بعد **فإن رسول الله – صلى الله عليه وسلم– كان يأمرنا أن نخرج الصدقة من الذى نعد للبيع.**

شرح أبي داود للعيني – (6 / 219)

قوله: "من الذي نعد للبيع " من الإعداد، وهو: التهيئة يقال: أعده لأمر كذا: هيأه له، **وبالحديث استدل العلماء أن المال الذي يعد للتجارة إذا بلغت قيمته نصابا تجب فيه الزكاة من أي صنف كان،**

مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح – (6 / 118)

وعن سمرة بن جندب **أن رسول الله كان يأمرنا أن نخرج الصدقة من الذي أي من المال الذي نعده أي نهيئه للبيع أي للتجارة وخص لأنه الأغلب**

البحر الرائق، دارالكتاب الاسلامي – (2 / 225)

والفعلي ما سواهما فإنما يكون الإعداد فيها للتجارة بالنية إذا كانت عروضا، وكذا في المواشي لا بد فيها من نية الإسامة؛ لأنها كما تصلح للدر والنسل تصلح للحمل وللركوب ثم نية التجارة والإسامة لا تعتبر ما لم تتصل بفعل

التجارة والإسامة ثم نية التجارة قد تكون صريحا، وقد تكون دلالة **فالصريح أن ينوي عند عقد التجارة أن يكون المملوك به للتجارة** سواء كان ذلك العقد شراء أو إجارة، وسواء كان ذلك الثمن من النقود أو من العروض فلو نوى أن يكون للبذلة لا يكون للتجارة وإن كان الثمن من النقود، **فخرج ما ملكه بغير عقد كالميراث فلا تصح فيه نية التجارة إذا كان من غير النقود إلا إذا تصرف فيه فحينئذ تجب الزكاة كذا في شرح المجمع للمصنف**

وفي الخانية: ولو ورث سائمة كان عليه الزكاة إذا حال الحول نوى، أو لم ينو، وخرج أيضا ما إذا دخل من أرضه حنطة تبلغ قيمتها قيمة نصاب، ونوى أن يمسكها ويبيعها وأمسكها حولا لا تجب فيها الزكاة كما في الميراث، **وكذا لو اشترى بذرا للتجارة، وزرعها في أرض عشر استأجرها كان فيها العشر لا غير** كما لو اشترى أرض خراج أو عشر للتجارة لم يكن عليه زكاة التجارة إنما عليه حق الأرض من العشر أو الخراج، **وخرج ما ملكه بعقد ليس فيه مبادلة أصلا كالهبة والوصية والصدقة أو ملكه بعقد هو مبادلة مال بغير مال كالمهر، وبدل الخلع والصلح عن دم العمد وبدل العتق فإنه لا تصح فيه نية التجارة، وهو الأصح**؛ لأن التجارة كسب المال ببدل هو مال، والقبول هنا اكتساب المال بغير بدل أصلا فلم يكن من باب التجارة فلم تكن النية مقارنة لعمل التجارة كذا صححه في البدائع

بدائع الصنائع، دارالكتب العلمية – (2 / 12)

ولو ملك عروضا بغير عقد أصلا بأن ورثها ونوى التجارة لم تكن للتجارة؛ لأن النية تجردت عن العمل أصلا فضلا عن عمل التجارة؛ لأن الموروث يدخل في ملكه من غير صنعه.

ولو ملكها بعقد ليس مبادلة أصلا كالهبة والوصية والصدقة أو بعقد هو مبادلة مال بغير مال كالمهر، وبدل الخلع، والصلح عن دم العمد، وبدل العتق ونوى التجارة يكون للتجارة عند أبي يوسف، وعند محمد لا يكون للتجارة، كذا ذكر الكرخي، وذكر القاضي الشهيد الاختلاف على القلب فقال في قول أبي حنيفة وأبي يوسف: لا يكون للتجارة، وفي قول محمد: يكون للتجارة.

وجه قول من قال: إنه لا يكون للتجارة أن النية لم تقارن عملا هو تجارة

الأموال سوى الأثمان مقام حصول النماء؛ لأنه زمان حصول النماء عادة، إنما فعلنا ذلك دفعاً للحرج عن الناس-----واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

محمد اویس نعیم

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

۶ - رجب - ۱۴۳۶ھ

۲۶ - اپریل - ۲۰۱۵ء

الجواب صحیح

بندہ محمد تقی عثمانی عفی عنہ

الجواب صحیح

احقر محمود اشرف غفر اللہ

الجواب صحیح

الجواب صحیح

محمد یعقوب